کٹک میں فنِ تارکشی

سعید رحمانی

تعارف: مولانا محمد فضل الرحمٰن کے فرزند محمد سعید جو ادبی دنیا میں سعید رحمانی کے نام سے مشہور ہیں۔ کٹک میں پیدا ہوئے۔ گریجویشن کے بعد آپ نے درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ سعید رحمانی صرف شاعر ہی نہیں بلکہ ایک اچھے نثر نگار بھی ہیں۔ آپ اردو کے کئی اخبار سے بھی وابستہ رہے اور اخبار اڑیسہ کے نام سے اپنا اخبار جاری کیا۔ جو آگے چل کر دو ماہی ''ادبی محاذ'' کی شکل میں شایع ہونے لگا۔ آپ کے دو شعری مجموعے ''روشن عبارت'' اور ''رحمتوں کا سائبان'' شایع ہو چکے ہیں۔ آپ کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اڈیشا اردو اکادمی اور دوسرے کئی اداروں نے موصوف کو ایوارڈ سے سرفراز کیا ہے۔

کٹک کا فن تارکشی نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی جاذبیت کے لیے ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ کٹک میں بنے ہوئے چاندی کے مختلف زیورات وظروف اپنی خوبصورتی اور دل کشی کے سبب آج ہر ایک کی توجہ کا مرکز ہیں۔ باہر کے لوگ خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا غیر ملکی اڈیشا آتے ہیں تو ان زیورات وظروف کو خرید کر اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بطور تحائف پیش کرنے کی خواہش لیے ہوئے کٹک بھی ضرور آتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی فن کا عروج اپنے فنکاروں کی لگن اور محنتوں کی دین ہوتا ہے۔ جب ہم ان حسین نوادرات کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں تو دل میں ایک سوال سر ابھرنے لگتا ہے کہ آخر ان کے بنانے والے لوگ کون ہیں اور وہ کس حال میں ہوں گے؟ ان کی مالی حیثیت کیسی ہوگی؟ وہ خوشحال ہیں یا غربت کے شکنجے میں گرفتار؟ یہ باتیں جاننے کے لیے آیئے چلتے ہیں کٹک کے اس محلے کی طرف جہاں تارکشی کے ماہرینِ فن آباد ہیں۔ یہ محلّہ مان سنگھ پٹنہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ شہر کے مغرب میں واقع ہے وہاں آپ کو سیکڑوں لوگ چاندی کے تار کو مختلف شکلوں میں ڈھالتے نظر آئیں گے۔ ان میں بچے بھی ہیں اور بوڑھے بھی۔ انہی کی محنت سے یہ نوادرات ڈھلتے ہیں اور پھر بازاروں تک پہنچتے ہیں۔

کٹک میں فن تارکشی کی شروعات کیسے ہوئی؟ لفظ ''تارکشی'' اگرچہ فارسی کا ہے لیکن اڈیشا کے لوگ اس کو اڑیا زبان کا ایک لفظ تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ''تارکشی'' کی بجائے ''تارکسی'' کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے فلگری (Filigree Art) کا نام دیا گیا ہے۔ کٹک میں اس کی شروعات کے متعلق کوئی ٹھوس بات ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آئی۔ عام طور پر یہی باور کیا جاتا ہے کہ مغل اس فن کو اپنے ساتھ ایران سے لائے تھے۔ یہ بات اس لیے درست معلوم ہو رہی ہے کہ شاہانِ مغلیہ کو مختلف فنون سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ مغلیہ دور میں کٹک ہی اڈیشا کا پایۂ تخت تھا اور ہوسکتا ہے کہ اسی عہد میں چاندی کے منقش زیورات کو فروغ ملا ہوگا۔ چنانچہ اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ تارکشی کا فن مغلوں کی دین ہے جو مقامی ہنرمندی کی آمیزش سے حسن و جمال کا ایک قابل قدر نمونہ بن گیا اس میں جہاں اسلامی فنِ نقاشی کی جھلک ہے وہیں ہندوؤں کی مخصوص ڈیزائننگ کا عکس بھی نمایاں ہے۔

اس لحاظ سے ہم فن تار کشی کو ہندو مسلم، تہذیبی میل ملاپ کا آئینہ دار بھی کہہ سکتے ہیں ۔لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس وقت زیادہ تر ہندو حضرات ہی اس فن سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ مسلم فنکاروں کی تعداد بہت کم ہے۔

مغلوں کی سر پرستی میں یہ فن ترقی کی انتہائی بلندیوں کو چھو چکا تھا۔ مغلیہ سلطنت افرا تفری کا شکار ہوئی تو اس فن کی قدر دانی بھی نہ رہی ۔ تاہم اس گرانقدر فن کی اہمیت اپنی جگہ برقرار رہی ۔ یہ انسان کا ذوق وشوق ہے جو اسے ہر خوبصورت چیز کا گرویدہ بنا دیتا ہے ۔ لہذا دل کش نقش ونگار سے مزین چاندی کے یہ زیورات لوگوں کا مرکز نگاہ بنتے گیے بالآخران کی شہرت سات سمندر پار جا پہنچی ۔

فنِ تار کشی کے مزدوروں کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر فخر اڈیشا مدھوسدن داس نے اسے سہارا دینے کی کوشش کی انھوں نے ۱۹۰۲ء میں ''اڈیشا آرٹ ایمپوریم'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے تحت یہ کوشش ہوئی کہ کاریگروں کے حقوق کا تحفظ ہو اور معاشی طور پر وہ خوشحال ہو جائیں ۔ اپنے ادارے میں انھوں نے ایک سو کاریگروں کا تقرر کیا ۔ مدھوسدن داس ہر کام میں نظم وضبط کے قائل تھے ۔ تمام چیزوں کا معیاری ہونا ان کی لازمی شرط تھی ۔ان کے اقدامات کا خوشگوار نتیجہ برآمد ہوا۔ کٹک کا یہ منفرد فن جو دم توڑتا نظر آرہا تھا ان کی سر پرستی میں دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ تار کشی کی مصنوعات کی کھپت کے لیے انہوں نے غیر مما لک میں منڈیاں بھی قائم کیں ۔ مدھو بابو جو جدید اڈیشا کے معمار تصور کیے جاتے ہیں ان کے عمل کا دائرہ بہت وسیع تھا۔لہذا وہ سیاسی سرگرمیوں میں گھر کر رہ گیے ۔ان کی سر پرستی سے محروم ہوکر'' آرٹ اِمپوریم'' بدنظمی کا شکار ہو گیا۔ آخر کار ۱۹۳۰ء میں مالی مشکلات کے سبب اسے بند کرنا پڑا۔

مایوس کاریگروں کی فلاح و بہبود کے لیے ۱۹۵۳ء میں ایک اور کوشش کی گئی ۔شہر کے تجارتی مرکز نیم چوڑی میں ''اڈیشا فلگری ورکرس کوآپریٹیو'' نام کی ایک سوسائٹی بھی قائم ہوئی اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ۱۹۵۷ء میں اسی طرح ایک اور سوسائٹی بنی لیکن وہ بھی حالات میں کوئی سدھار نہ لاسکی ۔ ۱۹۶۵ء میں ۱۸/لاکھ کی خطیر رقم سے ''کلنگا کواپریٹیو فلگری سوسائٹی'' کی بنیاد رکھی گئی ۔ حیران و پریشان کاریگروں کی آنکھوں میں پھر سے امید کے چراغ روشن ہوئے۔ غرض کہ یہ فن وقت اور حالات کا مقابلہ کرتا ہوا آج بھی زندہ ہے اور اسکی عظمت وشہرت بھی برقرار ہے۔

★★★

سوالات

ا۔کٹک کا کون سافن بے حد مشہور ومعروف ہے؟
۲۔کٹک کے کس محلے میں تار کشی کے فن کار آباد ہیں؟
۳۔کس دور میں کٹک اڈیشا کا پایۂ تخت تھا؟
۴۔فنِ تار کشی کی ترقی کے لیے مدھوسدن داس نے کیا قدم اٹھایا؟
۵۔اڈیشا آرٹ امپوریم نام کا ادارہ کس سن میں قائم کیا گیا؟

مشق

ا۔لفظ ومعنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
جاذبیت	پُرکشش۔خوبصورتی	پایۂ تخت	دارالحکومت۔راجدھانی
منفرد	یکتا۔اکیلا	تقویت	مضبوط کرنا۔طاقت
ظروف	ظرف کی جمع برتن رکابی وغیرہ	ترجیح	برتر۔فضیلت
عروج	بلندی۔ترقی	آمیزش	ملاوٹ
نوادرات	عجیب وغریب چیزیں	نقاشی	نقش ونگار بنانے کا پیشہ
تقرر	مقرر کرنا۔ملازمت	گرویدہ	پسند آنے والا۔عاشق
نظم وضبط	انتظام۔بندوبست	مزین	سجایا ہوا۔آراستہ
مصنوعات	بنائی ہوئی چیزیں	جدید	نیا۔

۲۔ذیل میں دیے گیے الفاظ کی ضد لکھیے :

شہر۔خوش حال۔درست۔خوبصورت۔مشکل

۳۔قوسین میں دیے گیے الفاظ کی مدد سے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔
(۱۹۰۲ء۔فارسی۔مشہور۔تارکشی۔مغرب۔تارکسی)
کٹک کا فنِ .... پوری دنیا میں .... ہے۔محلّہ مان سنگھ پٹنہ، کٹک کے .... میں ہے۔لفظ تارکشی ...... ہے لیکن اڑیا بولنے والے اسے .... کہتے ہیں۔اڈیشا آرٹ امپوریم نام کا ادارہ .... میں قائم کیا گیا۔

۴۔ذیل کے الفاظ کی واحد لکھیے:

زیورات۔تحائف۔مشکلات۔اوراق۔حالات

۵۔زمانۂ حال یعنی موجودہ زمانہ۔وہ کام جو موجودہ زمانے میں کیا جا رہا ہو، فعل حال کہلاتا ہے۔جیسے چڑیا چہکتی ہے۔لڑکا کھیلتا رہا ہے۔ذیل کے مصدروں سے فعلِ حال کے جملے بنایے۔
تیرنا۔بہنا۔مسکرانا۔ہونا۔چلانا۔سکھانا

٦۔ہایے ملفوظی اس ''ہ'' کو کہتے ہیں جو صاف طور پر پڑھی جایے۔جیسے آہ۔راہ۔شاہ۔وغیرہ۔اس سبق سے ہایے ملفوظی کی چند مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

۷۔آپ کے لیے کام:

(الف) اردو پراجکٹ کاپی میں تارکشی کے دو نمونے چسپاں کیجیے۔
(ب) ''تارکشی'' پر پچاس لفظوں میں اپنی معلومات تحریر کیجیے۔

★★★